پروفیسر علم الدین سالک
مرتبہ۔ پروفیسر احسان الٰہی سالک

حج کی اسلامی قدریں

آج سے ہزاروں سال پہلے کا واقعہ ہے کہ دنیا میں کفر و شرک کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ اسلام کا نام و نشان باقی نہ تھا۔ توحید سے دنیا نا آشنا ہو چکی تھی۔ ہر طرف بت پرستی کا چرچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک محبوب بندے کو ان باتوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے مامور کیا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جو اسلام کی عالم گیر دعوت کے داعی تھے۔ مکہ مکرمہ ان کے اس مشن کا صدر مقام تھا اور کعبہ اس کا مرکز تھا جہاں سے یہ پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں نشر ہوا۔ اس مقصد کے لیے حج کا حکم دیا گیا تا کہ ایک خاص وقت میں وہ تمام لوگ جو اس پیغام پر ایمان رکھتے ہوں اور دنیا کے گوشے گوشے سے چل کر یہاں جمع ہوں، اس مرکز کے گرد طواف کر کے اپنے قول و فعل سے خداوند تعالیٰ کی عبودیت کا اقرار کریں اور دنیا والوں پر یہ حقیقت واضح کر دیں کہ ہم اختلاف ملک و قوم اور رنگ و نسل کے باوجود ایک ہی مرکز سے وابستہ ہیں اور اس سے علیحدہ ہونا اس مشن سے کٹ کر الگ ہو جانا ہے۔

حضرت ابراہیم نے اپنے سب سے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس مشن کی خاطر مکہ میں اپنا جانشین مقرر کیا تا کہ وہ اپنے جلیل القدر باپ کے بعد اس تحریک کو جاری رکھیں، انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس فریضے کو بڑے جوش اور پیغمبرانہ اولوالعزمی کے ساتھ ادا کیا۔ دنیا کا ہر گوشہ اس پیغام سے گونج اٹھا۔ ان کے بعد یہ سلسلہ کب تک قائم رہا اور ان کی اولاد کتنے عرصے تک اس دین پر کاربند رہی، تواریخ کے صفحے اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ ہاں یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ چند صدیوں کے بعد یہ لوگ ملت ابراہیمی سے الگ ہو گئے، ان کی تعلیمات کو بھول گئے۔ ان کے مسلک سے بہت دور جا پڑے، اور ان میں آہستہ آہستہ بہت سی وہ برائیاں پیدا ہو گئیں جو حضرت ابراہیم کی بعثت سے پہلے تمام قوموں میں موجود تھیں۔

ان حالات میں کعبہ جو خدائے واحد کی پرستش کے لیے بنایا گیا تھا، سینکڑوں بتوں کا گھر بن گیا اور سب سے عجیب تر بات یہ ہوئی کہ خود حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے بت بنے اور ان کی پوجا ہونے لگی۔ بتوں کے ساتھ ساتھ ستاروں، درختوں اور دیگر اشیا کی پرستش بھی شروع ہو گئی۔ کعبہ اب اہل عرب کے لیے ایک تیرتھ تھا اور اس کے متولی اب برہمنوں اور پہنتوں کے روپ میں جلوہ گر تھے۔ حج کی غرض و غایت تیرتھ یاترا سے زیادہ نہ تھی اور جس گھر سے توحید کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر عالم کو منور کرتی تھیں، وہ اب بت پرستی کی تبلیغ کا مرکز بن گیا۔ گویا حج کی حقیقی روح کا گلا گھونٹ کر اسے ایک میلے کی صورت دے دی جو سال کے سال ہوتا تھا جہاں عرب کے بڑے بڑے قبیلے اپنی شان و شوکت دکھانے کے لیے شریک ہوتے۔ شراب خوری زنا اور ہر قسم کی فحش کاری کھلے بندوں ہوتی۔ شعر و شاعری کے مقابلے ہوتے۔ اپنی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے اور اپنی فحش کاریوں کے افسانے بڑے شوق سے سناتے۔ مرد و زن برہنہ ہو کر طواف کرتے، سیٹیاں بجاتے، تالیاں پیٹتے، سنکھ پھونکتے اور اسے عبادت کہتے۔ قربانیاں کرتے مگر اس کا خون کعبہ کی دیواروں پر مل دیتے۔ گوشت دروازوں پر ڈالتے اور یہ کہتے کہ یہ خون اور گوشت خدا کو درکار ہے۔

یہ ان لوگوں کی حالت تھی جن کی طبیعت میں شیخی بگھارنا تھا جو ذرا متین اور نیک نیت تھے انھوں نے بھی عجیب و غریب رسوم و رواج اختیار کر رکھے تھے۔ ان میں بعض زاد راہ کے بغیر گھر سے نکلتے۔ مانگتے کھاتے حج کرتے اور اسے توکل سمجھتے تھے۔ بہت سے لوگ حج کے ایام میں کھانا پینا چھوڑ دیتے۔ بعض بات چیت ترک کر دیتے۔ اس قسم کی بے شمار رسوم حج میں داخل ہو چکی تھیں اور ان کا سلسلہ ہزاروں سال تک جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا پوری ہوئی :

" پروردگارِ عالم! ان کے درمیان ایک پیغمبر خود ان ہی کی قوم سے بھیجیو، جو انھیں تیری آیات سنائے اور کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق درست کرے۔"

چنانچہ رحمۃ للعالمین دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کا خاندان صدیوں سے کعبہ کا متولی چلا آتا تھا مگر وہ اس زمانے کے دوسرے پروہتوں اور پہنتوں سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس نے کعبہ کو

تیر تھ بنا رکھا تھا اور خود پروہت تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنی تعلیمات سے اس نظام پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ پھر نہ ابھر سکا۔ آپؐ نے ایک خدا کی پرستش کی دعوت دی۔ جھوٹے خداؤں کی غلامی سے اہل عرب کو نجات دی۔ اسلام جو حضرت ابراہیمؑ لے کر آئے تھے اسے از سر نو زندہ کیا۔ اس میں اکیس سال صرف ہوئے۔ جب یہ کام مکمل ہو گیا تو اب حضرت ابراہیمؑ کی طرح تمام دنیا کے خدا پرستوں اور موحدوں میں اعلان کیا کہ کعبہ تمہارا مرکز ہے سب اطراف سے اہلِ اسلام حج کی خاطر اس مرکز کی جانب آئیں۔

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ؕ ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین ۔ (آل عمران : ۹۷)

اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو کوئی اس گھر تک آنے کی قدرت رکھتا ہو وہ حج کے لیے آئے پھر جو کفر کرے (یعنی قدرت رکھتے ہوئے نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

جب حج کا یہ اعلان ہوا تو اس کے ساتھ ہزاروں برس سے جو رسوم چلی آتی تھیں ان کو بالکل ملیامیٹ کر دیا۔ میلے، تماشے، شعر و شاعری، اکھاڑے، شہ زوری کے کرتب، فحاشی و اوباشی کے مقابلے سب ختم ہو گئے۔ حکم ہوا کہ عبادت کا وہی طریقہ اختیار کرو جس کا ہم حکم دیتے ہیں:

واذکروہ کما ھدٰکم و ان کنتم من قبلہ لمن الضالین ۔

اللہ کو یاد کرو اسی طرح جیسے تمھیں اللہ نے ہدایت کی ورنہ اس سے پہلے تم گمراہ تھے۔ (البقرۃ:۱۹۸)

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ۔ (بقرۃ : ۱۹۷)

حج میں نہ شہوانی افعال کیے جائیں، نہ فسق و فجور ہو اور نہ لڑائی جھگڑے ہوں۔

فخر پرستی کو بند کیا اور حکم کیا کہ:

جب اپنے مناسکِ حج ادا کر چکو تو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کیا کرتے تھے، اب اللہ کو یاد کیا کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ (بقرہ : ۲۰۰)

نام و نمود کے لیے فیاضی سے روکا اور فرمایا کہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے قربانی کرو، تاکہ وہ غریب حاجی اس سے مستفیض ہوں:

"اور جانوروں کو خاص اللہ کے لیے اسی کے نام پر قربان کرو۔ پھر جب ان کی پیٹھیں زمین پر ٹھہر جائیں (یعنی جب جان پوری نکل جائے اور حرکت باقی نہ رہے) تو خود بھی ان میں سے کھاؤ، اور قانع کو بھی کھلاؤ اور حاجت مند سائل کو بھی"۔ (الحج : ۳۶)

برہنہ ہو کر طواف کرنے سے بالکل روک دیا:

"قل من حرم زینة اللہ الّتی اخرج لعبادہ"۔ (اعراف : ۳۲)

اے نبی ان سے کہو کہ کس نے اللہ کی زینت کو حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی تھی۔ (یعنی لباس)

زادِ راہ کے بغیر سفر حج اختیار کرنا اور اسے توکل سمجھنا ایام جاہلیت میں دستور عام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے روکا اور سورۂ بقرہ میں فرمایا کہ زادِ راہ ضرور لو کیونکہ (دنیا میں زادِ راہ نہ لینا زادِ آخرت نہیں ہے) بہترین زادِ راہ آخرت کا تقویٰ ہے۔

سفرِ حج میں کمائی سے پرہیز کرنا بلکہ روزی کمانے کو سرے سے جائز ہی نہ سمجھنا بہت بڑی نیکی خیال کی جاتی تھی۔ مگر اللہ نے اسے جائز قرار دیا اور فرمایا کہ:

"کوئی مضائقہ نہیں اگر تم کاروبار کے ذریعے سے اپنے رب کا فضل تلاش کرتے جاؤ"۔

(بقرہ : ۱۹۸)

گونگے حج اور بھوکے پیاسے حج سے منع کیا اور اسے تقویٰ کے منافی قرار دیا۔ اسی طرح جاہلیت کی تمام رسموں کو مٹا کر حج کو پرہیزگاری، خدا ترسی، پاکیزگی، سادگی اور درویشی کا مکمل نمونہ بنایا۔ حاجی جب حج کے ارادے سے اپنے گھر سے روانہ ہو تو وہ اس دنیا کی ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک صاف ہو۔ گالی گلوچ اور تمام بے ہودہ باتوں سے پرہیز کرے۔ یہ حج کی جانب پہلا قدم ہے۔ اس کے بعد وہ اس حد پہ پہنچے جہاں احرام باندھا جاتا ہے۔ وہاں پر لباس تبدیل کرے۔ احرام باندھے۔ احرام فقیرانہ لباس ہے جو امیر و غریب کے لیے یکساں ہوتا ہے تاکہ وہ اس فقیرانہ لباس میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو۔ احرام کی حالت میں انسانی خون تو درکنار جانوروں تک کا شکار حرام ہوتا ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ حاجی میں امن پسندی پیدا ہو، درندگی دور ہو اور وہ روحانیت کی منزل پر پہنچ جائے۔

اسلام نے امن پر بڑا زور دیا ہے۔ اس لیے حج کے چار مہینے حرام قرار دیے کہ اس مدت میں جنگ و جدل نہ ہو۔ راستے پرُامن ہوں۔ زائرینِ کعبہ سے کسی قسم کا تعرض نہ ہو۔ ان حالات سے گزر کر جب حاجی منزلِ مقصود پر پہنچے گا تو اسے قدم قدم پر ذکر، نماز، عبادت طوافِ کعبہ اور قربانی کے مناظر پیش آئیں گے۔ وہ ان سے متاثر ہو کر خود بھی اسی رنگ میں رنگا جائے گا اور بے اختیار ہو کر پکار اٹھے گا:

لبیك۔ اللّٰھم لبیك۔ لبیك لا شریك لك لبیك۔ ان الحمد و النعمة لك و الملك لا شریك لك۔

حاضر ہوں میرے مالک تیری طلب پر حاضر ہوں۔ میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ یقیناً تیری ہی حمد ہے۔ سب نعمت تیری ہی ہے۔ ساری نعمت تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

حج جب ان شرائط کے ساتھ ہو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ایسا حاجی حج کر کے اس طرح پلٹا جیسے وہ آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔"

حج ایک فریضہ ہے جو ہر اس شخص پر عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے جو کعبہ تک آنے جانے کا خرچ رکھتا ہو۔ ہاتھ پاؤں سے معذور نہ ہو۔ جب یہ دونوں شرائط پوری ہوں تو پھر خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو اسے حج بیت اللہ پر پہنچنا ہوگا۔ کوئی عذر یا بہانہ اسے اس فرض کی بجا آوری سے روک نہیں سکتا۔ اگر وہ استطاعت رکھتے ہوئے حج نہیں کرتا تو وہ اپنے اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔

حج اپنے اندر بہت سے فائدے رکھتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک انھوں نے حج نہیں کیا تھا، انھیں اس بات میں تردد تھا کہ سب سے افضل عبادت کون سی ہے۔ مگر جب انھوں نے حج کی سعادت حاصل کر لی اور اس کے فوائد کا بنفسِ نفیس اندازہ لگایا تو آپ بے تامل پکار اُٹھے کہ یقیناً حج سب سے افضل عبادت ہے۔

حج کا سفر محض اللہ کے لیے ہوتا ہے، اس سفر کے لیے ولولہ اور شوق اس وقت تک پیدا نہ ہوگا جب تک اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ غالب نہ ہوگا۔ وہ فرض کی پکار کو سننے اور اُسے ادا کرنے کے لیے بے قرار نہ ہوگا اور اس صورت میں جب اُسے یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہو کہ میں ایک

لمبی مدت کے لیے اپنے گھر بار۔ خویش و اقارب اور کاروبار سے علیحدہ ہو رہا ہوں۔ مجھے اس سفر میں مال بھی خرچ کرنا ہوگا۔ سفر کی سختیاں بھی جھیلنی ہوں گی۔ وہ ان سب باتوں کو جان کر آمادہ ہوتا ہے، سفر کے لیے تیاریاں شروع کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دل خدا کی محبت میں گداز ہونا شروع ہوتا ہے۔ نیک خیالات دل میں ابھرتے ہیں۔ وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہے۔ دوسروں کے پاس جاتا ہے۔ گناہ بخشواتا ہے۔ پھر سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ جوں جوں منزل نزدیک آتی ہے نیکی کا جذبہ بڑھتا جاتا ہے۔ وہ ہر بری بات سے بچتا ہے۔ نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ اس طرح یہ سارا سفر اس کی عبادت بن جاتا ہے۔

جب وہ احرام باندھتا ہے تو اس کی ہر نقل و حرکت اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے۔ اس کا باطن یہاں کی پابندیوں سے متاثر ہوتا ہے۔ دل کا کھوٹ دور ہوتا ہے۔ تمام باطنی آلائشیں دور ہوتی ہیں اور اس کی روح نور حقیقی سے چمک اٹھتی ہے۔

احرام باندھنے کے ساتھ جو کلمات حاجی کی زبان سے نکلتے ہیں وہ ہر نماز کے بعد۔ ہر بلندی پر چڑھتے وقت، ہر پستی میں اترتے وقت، ہر قافلے کی پذیرائی کے وقت، نیند سے بیدار ہوتے ہوئے۔ بلند آواز سے پکار پکار کر کہتا ہے۔

لبیک۔ اللھم لبیک۔ لبیک لا شریک لک۔ لبیک ان الحمد والنعمۃ لک و الملک لا شریک لک۔

حاضر ہوں میرے مالک تیری طلب پر حاضر ہوں۔ میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً تیری ہی حمد ہے۔ سب نعمت تیری ہی ہے۔ سارا بادشاہی تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

یہ کلمات نہیں بلکہ حضرت ابراہیم کی اس دعوت کا جواب ہے جو انھوں نے ہزاروں برس پہلے دنیا کے ہر انسان کو دی تھی۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کے گھر کی طرف آؤ۔ زمین کے ہر گوشے سے، خواہ پیدل آؤ۔ خواہ سواری پر آؤ۔

یہ سلسلہ اس وقت سے چلا آتا ہے اور دنیا کے آخری سانس تک جاری رہے گا۔ دنیا کے ہر گوشے سے انسان اللھم لبیک کہتے ہوئے کعبہ کے آستانے پر حاضر ہوتے رہیں گے۔

حاجی مکہ پہنچتا ہے۔ مناسکِ حج ادا کرتا ہے اور اس سے فارغ ہو چکنے کے بعد اپنے وطن مالوف کو واپس آتا ہے۔ اس کا یہ سفر چند در چند وجوہ کی بنا پر بے حد اہم ہے۔ اسے اس حج کی بدولت عزم و ہمت اور جہاد فی سبیل اللہ کا سبق ملتا ہے۔ طواف کعبہ سے مرکزِ زمین سے وابستگی حاصل ہوتی ہے۔ مناسکِ حج میں تگ و دو کرنے سے اسے مجاہدانہ زندگی کے تمام مراحل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سفر میں جو سختیاں وہ جھیلتا ہے اس سے اس کی طبیعت میں استقلال اور تحمل پیدا ہوتا ہے۔

اس سلسلے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حج ایک اجتماعی فریضہ ہے جسے اکیلا اکیلا مسلمان ادا نہیں کر سکتا بلکہ تمام مسلمان ایک ہی وقت یک جا ہو کر یہ فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس وقت یہ اجتماع دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک خاص موسم کے ایک خاص دن میدانِ عرفات میں جمع ہو کر ایک خاص لباس میں ملبوس ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عبودیت کا اقرار کرتے ہوئے اس کی راہ میں اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ اس وقت ان میں اتحاد اور یک دلی ہوتی ہے۔ ہم آہنگی و ہم خیالی پائی جاتی ہے۔ ان کے خیالات میں پاکیزگی، تصورات میں نیکی، جذبات میں طہارت، دلوں میں خیر اندیشی اور خیر سگالی کا بے پناہ جوش اور ایثار و قربانی کے جذبات کا ابھرتا ہوا طوفان ہوتا ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جس سے یہ نعمت حاصل ہو سکے۔ انسانی دماغ لاکھ غور کرے، ہزار بار سوچے، وہ بنی نوعِ انسان کو یہ دولت عطا نہیں کر سکتا۔

حج ہر سال ہوتا ہے۔ ملک ملک کے مسلمان اس میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ دور و نزدیک سے راستے کی مشکلات اور سختیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ آتے ہیں۔ اس کی خاطر راستوں کا پُرامن ہونا لازمی ہے۔ اس کے لیے اسلام نے چار ماہ کو ماہِ حرام قرار دیا ہے، ان میں کسی قسم کی لڑائی بھڑائی نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ہی مکہ مکرمہ اور حرم میں کسی جان دار کا خون گرانا حرام ہے۔ آج دنیا اسی امن و سلامتی کی متلاشی ہے۔ وہ صلح کانفرنسیں کرتی ہے مگر اس گوہرِ مقصود سے محروم ہے، جو حج کی بدولت صدیوں سے انسانیت کو حاصل ہے۔

حج کے موقع پر انسانوں میں خلوص و محبت کی دولت تقسیم ہوتی ہے۔ اس کی بدولت قلبی و روحانی اتحاد کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ یہ اتحاد جو اس طرح میسر آئے گا، یقیناً دیرپا اور دائمی ہوگا جو کسی کے مٹائے نہ مٹے گا۔ یہ عالمگیر ہوگا کیوں کہ حج کا اجتماع بھی ایک عالمگیر اجتماع ہے، جس کی بدولت

روحانی و اخلاقی دولت کے علاوہ ہر قسم کے مادی و تعلیمی مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔ ترقی کے لیے منصوبہ بندی ہو سکتی ہے۔ اس پر سال بسال ریویو کر کے اور غور و فکر سے کام لے کر دنیائے اسلام ترقی کی تمام منازل طے کر سکتی ہے۔ یہ ایک پہلو ہے، جس پر بہت کم غور ہوا ہے۔ حالانکہ یہ حج کا ایک نہایت اہم پہلو ہے جسے کسی صورت بھی نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ اس کے بغیر نہ تو حج مکمل ہو سکتا ہے نہ اس کے روحانی اور مادی فوائد ہی پورے طور پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ حج کی بدولت عالم اسلام کا مستقبل تابناک ہوگا۔ دکھوں سے تڑپتی دنیا کو اس کے ذریعہ سکون و اطمینان میسر آئے گا۔ انسانیت امن و سلامتی سے ہم کنار ہوگی۔ ہمارے باہمی جھگڑے اور اختلاف اسی عالم گیر روحانی اجتماع کے ذریعے طے ہوں گے۔

انڈونیشیا

از: شاہد حسین رزاقی

یہ کتاب جمہوریہ انڈونیشیا کا ایک مکمل خاکہ ہے جس کے مختلف ابواب میں تاریخی تسلسل کے ساتھ اس ملک کے حالات اور اہم واقعات قلم بند کیے گئے ہیں اور دینی سیاسی، معاشی اور ثقافتی تحریکوں، جنگ آزادی اور قومی اتحاد و استحکام کی جدوجہد، نئے دور کے مسائل اور قومی تعمیر و ترقی کے امکانات جیسے تمام اہم پہلوؤں پر اس انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ انڈونیشیا کے ماضی و حال اور مستقبل کا نہایت واضح نقشہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ اس کتاب کا نیا ایڈیشن طبع ہو گیا ہے جس میں ۱۹۷۳ء تک کے حالات و واقعات قلم بند کیے گئے ہیں۔

صفحات: ۳۶۴ قیمت: ۱۸ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور